Lesson 2: Ra'ad (Ayaat 18- 43): Day 10 سُوۡرَةُ الرَّعد کی تفسیر

ٹیکسٹ دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ جب لوگ آپ کی تڑپ اور طلب کی قدر نہیں کرتے تو آپ تڑپتے بھی ترستے بھی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو تسلیاں دیتا ہے۔ پھر وہ لوگ جو اپنا راستہ نہ بدلیں اُنکا حال کیا ہو گا؟

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

جس باغ کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کے اوصاف یہ ہیں کہ اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اس کے پھل ہمیشہ (قائم رہنے والے) ہیں اور اس کے سائے بھی۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہیں۔ اور کافروں کا انجام دوزخ ہے۔

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ لوگوں نے سی ویو اپارٹمنٹ بنا دیئے۔ ہمیشہ سے لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ گھر پانی کے پاس ہوں تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نیچے سے ندیاں بہتی ہوں گی۔ اور وُعِدَ مجہول ہے مجہول کو انگلش میں پیسیو وائس کہتے ہیں۔ اللہ نے وعدے دیے ہیں مُتّقیوں کو اور متقی کون ہوتا ہے؟ اَب رمضان آ رہا ہے تو آپکو متقی بنا دے گا۔ تقویٰ کی بہت ساری تعریفیں ہیں سُن کے ہمارے ہاتھ ٹھنڈے ہوتے ہیں، کہ کِدھر ہے ہمارے ہاتھ میں تقویٰ۔ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ کون سے کافر ہیں؟ اللہ کو نہ ماننے والے، غیر مسلم۔ آپ سوچ میں پڑ جائیں گے اس کا جواب اگلی آیت میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (کتاب) سے جو تم پر نازل ہوئی ہے خوش ہوتے ہیں اور بعض فرقے اس کی بعض باتیں نہیں بھی مانتے۔ کہہ دو کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ خدا ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں۔ میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ یہ کون لوگ ہیں؟ مدینہ کے وہ نیک لوگ جن کو قرآن کی خبریں ملتی تھیں۔ جن کے پاس کتاب کی خبریں آتی تھیں۔ یہ مکی سورت ہے اور یہ بات مدینہ کی اُن سعید روحوں کی ہے کہ جن کے پاس ابھی اللہ کا نبی ﷺ نہیں پہنچا، قرآن نہیں پہنچا۔ اس کے باوجود وہ خوش ہو رہے تھے کہ اللہ نے مکہ میں ایک نبی ﷺ کا ظہور کیا اور وہ مکہ سے آنے والی خبریں سُن کے خوش ہو رہے تھے۔ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ اور بعض اُن میں سے ایسے ہیں جو کتاب کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں اُس حصے کا جو اُنکے اعمال پہ زد کرتا تھا، جو اُنکے رسم و رواج پہ چوٹ ڈالتا تھا تو آپ ان کو کہہ دیں قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ آپ اُن سے کہہ دیں کہ میں تو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا اور تم کو بھی اس کی طرف دعوت دیتا ہوں کیا پتہ چلا اِن آیات سے کہ لوگ مانیں یا نہ مانیں آپ اپنا کام کرتے جائیں کسی پریشر کا شکار نہ ہوں بس چلتے جائیں اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ تم آرہے کہ نہیں میں تمہیں اُدھر ہی بُلا رہا ہوں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَمَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾

اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان نازل کیا ہے۔ اور اگر تم علم (و دانش) آنے کے بعد ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے چلو گے تو خدا کے سامنے کوئی نہ تمہارا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔

یہاں لفظ حُكْمًا کو دیکھیں، حکم بمعنی فیصلہ۔ یعنی یہ قرآن قولِ فصل ہے۔ اسی طرح کے الفاظ سورۃ طارق میں بھی ہیں اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ؕ﴿۱۴﴾ کہ یہ کلام (حق کو باطل سے) جدا کرنے والا ہے ﴿۱۳﴾ اور بیہودہ بات نہیں ہے ﴿۱۴﴾ کہ یہ کلام کوئی کھیل تماشہ یا بیہودہ بات نہیں ہے بلکہ بہت بڑی چیز ہے۔ ویک اینڈ پہ کسی کو ٹریننگ دے رہی تھی انہوں دورۂ قرآن کروانا ہے جب میں نے انکو تھوڑی سی باتیں بتائی تو پسینے چھوٹے اور کہنے لگی کہ دورۂ قرآن اتنا مشکل کام ہے۔ تو میں انکو یہی سورۂ طارق کی آیت سُنائی کہ یہ کوئی کھیل تماشہ تو نہیں ہے۔

ایک آدمی کی کہی ہوئی بات آگے بتانے میں دس غلطیاں ہو جاتی ہیں اور ٹون ہی بدل جاتی ہے آپ نے کبھی نوٹ کیا ہے کہ ترجمہ کرتے ہوئے ٹون سے بھی مفہوم بدل جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے یہ قرآن کوئی کھیل نہیں ہے، یہ قولِ فصل ہے یہ فیصلے کرنے سِکھاتی ہے یہ حُكْمًا عَرَبِيًّا ہے اور اگر یہ بات لوگوں کو اچھی نہ لگی تو وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَمَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اور اے نبی اگر آپؐ نے اِنکی خواہشات کی پیروی شروع کر دی اس کے بعد کہ آپؐ کے پاس صحیح علم آ چُکا۔ یہ بات کیا صرف نبی کو کہی جا رہی ہے؟ نہیں بلکہ ہم سب کے لیے ہے کہ جب آپ کے پاس اُوریجنل ٹیکسٹ آ گیا ہے قولِ

فصل ہے، جو تمہیں زندگی میں فیصلے کرنے سکھا رہی ہے۔ اَب اگر اس کے بعد تم اُنکی خواہشات کی طرف جُھکو گئے تو غور سے سُن لو مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ، پھر آپ کا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ کوئی بچانے والا تو سوچ کے دُنیا والوں کی طرف جانا۔ جب تم دنیا کی خاطر مجھے پیچھے ڈالتے ہو تو اُس پکڑ میں سے تمہیں کوئی بچانے والا نہیں آئے گا۔

اگر آپ کہتے ہیں کیا کریں وہ تو نبیؐ تھے، اس کلاس میں بیٹھتے ہیں تو دِل کرتا ہے کہ سب کُچھ کریں اور باہر نکلتے ہیں تو دُنیا ہی اور ہے۔ یہ سوال اُٹھتا ہے نا یہاں بیٹھ کے کہ چاہے زندگی اللہ کے نام لکھوا دیں اور ساری جائیداد اللہ کے نام لگوا لیں لیکن جب باہر نکلتے ہیں تو کیا ہوتا ہے اِس کا جواب اگلی آیت میں دیکھ لیں؛

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾

اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے۔ اور ان کو بیبیاں اور اولاد بھی دی تھی۔ اور کسی پیغمبر کے اختیار کی بات نہ تھی کہ خدا کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے۔ ہر (حکم) قضا (کتاب میں) مرقوم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں کہا کہ بیویاں اولادیں چھوڑ دیں۔ یہ آیت سوائے حضرت عیسیٰؑ کے سب پیغمبروں پہ فِٹ آتی ہے۔ اُنہوں نے نِکاح بھی کیے، اولادیں بھی ہوئیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے شادی نہیں کی تھی لیکن واپس آکر کریں گے۔ جو قیامت کی علامت میں سے ہے کہ بعد میں آئیں گے تو شادی

کریں گئے۔ تو پتہ چلا کہ کوئی بھی رسول راہب نہیں ہوتا۔ یہ بھی ایک لوگوں نے تصوّر دیا کہ دین کا کام کرنا ہے تو شوہر بیوی سب ختم۔ یہ ضروریات سب نبیوں کی تھی اور اگر میں اور آپ اس قرآن کی آڑ میں گھر والوں کو پیچھے کر دیتے ہیں، صِرف اپنی سُستی کی وجہ سے تو یاد رکھیں ہم اس آیت کا اِنکار کر رہے ہیں۔

آپ سب لکھیں کہ میں اپنے اس دین کو کس انداز میں اپنے گھر والوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ آپکے سمجھانے کے لیے ایک بات کرتی ہوں کہ اگر آپ کی یہ کلاس ہفتے کے ساتوں دِن اور چوبیس گھنٹوں ہو، یعنی آپکو اِس کے ساتھ ہی باندھا جا رہا ہے تو آپ اپنے اس خیال سچے ہیں کہ گھر بچے اور شوہر کے لیے ٹائم نہیں ہے۔ تو خود اندازا لگائیں کہ ایک ہفتے میں 24 گھنٹے ہوتے ہیں۔ 24 کو 7 سے ضرب دیں تو 168 ہوئے۔ اب 168 کو 4 سے ضرب دیں۔ کیوں کہ چار دن کی کلاس ہوتی ہے۔ 672 گھنٹے ایک مہینے کے بنتے ہیں۔ یہ کلاس 4.30 ک گھنٹے کی ہوتی ہے، ہفتے کی ٹوٹل 22 گھنٹے کی کلاس ہوتی ہے۔ 22 کو 4 سے ضرب دیں تو 88 گھنٹے بنتے ہیں۔ اب کُل گھنٹے 672 تھے اُس میں سے 88 منفی کر دیں۔ 564 گھنٹے ابھی بھی آپ کے پاس ہیں اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً کے لیے۔ اِس کے باوجود اگر آپ کے شوہر کہتے ہیں کہ یہ گھر اور بچوں کو ٹائم نہیں دے رہی تو آپ خود یہ الزام کتاب اور کتاب پڑھانے والوں کو لگوا رہے ہیں۔

پوچھ کے آئیں گھر والوں سے کہ کیا اِس کورس کے بعد میرا اِس گھر میں رہنا اور توجہ دینا پہلے جیسا ہے یا پہلے سے بہتر ہوا ہے، یا خراب ہوا ہے۔ پھر آپ خود دیکھیں کہ آپ کی کیا گواہیاں آتی ہیں۔ یہ صِرف میں نے آپکو سوچنے کا ایک انداز دیا ہے۔ کبھی قرآن کا نام لے کے اپنے آپ کو رُسوا نہ کریں۔

یہ تو ایسے ہی ہے جیسے شادی کے بعد لڑکی اپنے میکے والوں کے نام پہ بڑی حسّاس ہو جاتی ہے کہ میرے گھر والوں کو کچھ نہ کہنا۔ کیونکہ اَب میں اُدھر سے آگئی ہوں میرا آپ سے تعلق ہے۔ ہم اِس کتاب کو اچھی اور بُری دونوں باتیں سُنوا سکتے ہیں۔ آپ دیکھیں چوبیس گھنٹوں میں سے ساڑھے چار گھنٹے آسان حساب ہے اور پیچھے ہمارے پاس ساڑھے اُنیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ ذرا چھوٹے لیول پر لے آئیں وقت ختم نہیں ہوتا۔ بہر حال یہاں اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ نبی کوئی ایسے دُنیا سے کٹے ہوئے نہیں تھے۔

اللہ کے نبیؐ کے تو بیک وقت نو گھر تھے۔ اتنا مصروف شخص جس نے پانچ وقت کی جماعت کے ساتھ نماز بھی پڑھانی ہو کیونکہ امامِ مسجد ہے اور جس نے فیصلے بھی کرنے ہوں کیونکہ حاکمِ وقت ہے اور بیویوں کے گھر میں ایک چکر روز ضرور لگاتے تھے، چاہے رہنا کسی اور بیوی کے پاس ہو۔ سب کا حال چال پوچھ کے آتے تھے، اور ہم سے ایک گھر ہی نہ مینیج ہو جائے تو بڑی بات ہے۔ بہر حال اُنکے مُعجزوں کا جو مُطالبہ تھا اُس پہ پھر جواب آتا ہے اَب اگلی آیت کے ساتھ پچھلی آیت کا تعلق ہے

يَمۡحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثۡبِتُ ۖۚ وَعِنۡدَهٗۤ اُمُّ الۡكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

خدا جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے اور اسیؐ کے پاس اصل کتاب ہے

اِن دو آیات پر مُفسرین نے زیادہ بات کی ہے وہ کیا ہے۔ اگر آپ اِس کو سادہ الفاظ میں لے لیں تو پتہ چلتا ہے کہ نبی کوئی بھی معجزہ اپنی مرضی سے نہیں لاتے، ہر شے کا ایک مقرر وقت ہےؐ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ اس سے مُراد قوموں کو دھمکی ہے کہ تم نبیوں سے مُعجزے مانگتے ہو۔ اگر تمہاری مہلت کا ایک خاص وقت نہ ہوتا تو تمہیں کب کا اللہ نے پکڑ لیا ہوتا۔ اس آیت سے یہ مراد ہے یعنی نبیوں کے یہ

معجزے اپنی ہستی اور اپنی ذات سے بڑھے ہوئے ہیں یہ جو تمہیں اس مطالبے کے باوجود جینے کی جو مہلت ملی ہوئی ہے صِرف اس لیے کہ اَجَلٍ کِتَابٌ ایک مدت مقرر ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ نے پکڑ کے پٹخ دینا تھا کہ تم اتنے خود سَر ہوگے ہو کہ نبیوں سے اتنے بڑے بڑے مطالبے کرتے ہو۔ یہ تو اِس کا ایک عام اور سادہ مہفوم ہے۔

دوسرا اس اَجَلٍ کِتَابٌ کا مفسرین مفہوم لکھتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق تقدیر سے ہے۔ یہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اس سورت میں ہم تھوڑی سی بات تقدیر پر بھی کریں گئے۔ تو اس آیت کا مفہوم بدل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک وقت رکھا ہو تا ہے۔ جس کے مطابق فیصلہ ہو تا ہے، جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔

تو تھوڑی سی بات تقدیر پر کر لیتے ہیں۔ اِس اینگل کو سمجھنے کے لیے آسان لفظوں میں بتاؤں گی۔ پہلی بات جو میں ہر سال بولتی ہوں وہ بولوں گی کہ "تقدیر حکمِ الٰہی نہیں بلکہ علمِ اِلٰہی ہے" کیوں؟ تقدیر اللہ کا حکم نہیں بلکہ عِلم یعنی pre knowledge ہے۔ دُنیا بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ نے ساری کائنات کی تقدیر لکھ دی۔ صِرف میری آپ کی نہیں بلکہ سُورج چاند سِتارے سب کی لکھ دی۔ کہاں زلزلہ آنا اور کہاں آتش فشاں پھٹنا ہے۔ جب اللہ نے یہ سب لکھا تو اُسکی اوریجنل کاپی اللہ نے اپنے پاس رکھ لی جو کبھی نہیں بدلتی، اُسکو تقدیرِ مُعلق کہتے ہیں۔ لیکن اُسکی کُچھ کاپیاں فرشتوں کو دے دیں، جن کے ذریعے دُنیا کے کُچھ کام کروانے تھے۔ جو کاپیاں فرشتوں کے پاس ہیں وہ بدل سکتی ہیں، لیکن جو اوریجنل اوپر اللہ کے پاس ہیں وہ نہیں بدل سکتی۔ مثلاً آپ ایک ڈاکومنٹ لکھتے ہیں، پہلی کاپی اوریجنل ہے اور جو دُسروں کو دیتے ہیں وہ اوریجنل نہیں ہے۔

مثال سے یہ بات سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کی عمر سو سال لکھی کہ یہ سو سال جیئے گا۔ فرشتوں کو جب وہ کاپی ملتی ہے تو وہ بندہ اَب گناہ کرتا ہے اور حدیث مُبارکہ میں ہے کہ گناہوں سے رزق اور عمر میں کمی آجاتی ہے اور نیکیوں سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ اَب کیا ہو گا کہ اللہ نے تقدیر میں اس شخص کی عمر سو سال لکھی تھی اُس نے کُچھ گناہ کیے اس کی عُمر ہو گئی نوے سال۔ دس سال عمر کے اس کے گناہ کھا گئے۔ اَب فرشتوں کو پتہ ہے کہ نوے سال کی عمر میں اس شخص کو ہم نے پکڑ لینا ہے لیکن اللہ اُس بندے کو توبہ کی توفیق دے دیتا ہے۔ فرشتوں کو پتہ ہے کہ اس کی عُمر کے نوے سال ہیں اَب وہ بندہ توبہ کے بعد نیکیاں کرنا شروع کر دیتا ہے اور اس کے علاوہ تین کورڈ ورڈ رکھ لیں نیکیاں، بدیاں اور دُعائیں تقدیر کو بدل دیتے ہیں۔

ہمارے گناہ ہماری زندگی کم کر دیتے ہیں برکتیں چھین لیتے ہیں۔ نیکیاں خیر پیدا کرتی ہیں، صلہ رحمی سے عُمر بڑھتی ہے۔ اَب کیا ہوتا ہے کہ اصل کاپی اللہ کے پاس ہے وہ کبھی نہیں بدلے گی۔ دُنیا میں جو معاملات ہو رہے ہوتے ہیں اس کا فرشتوں کو بھی پتہ نہیں ہوتا۔ اَب اس بندے کے لیے کسی نے دُعا کی کہ اللہ اِسکو لمبی عمر دے، تو اللہ تعالیٰ اس دُعا کے بدلے اس کی عُمر کے دس سال بڑھا دی۔ فرشتے کیا سمجھتے ہیں کہ اسکی اصل عمر نوے تھی۔ اَب دعا کیوجہ سے دس سال اور بڑھ گئے۔ اسکو موت سو پہ ہی آنی ہے۔ اَب یہ سو، اگر اوپر جا کے ملائے تو اللہ کے لکھے ہوئے کے برابر ہی ہیں۔ ہم ایسے ہی کُھلے نہیں چھوڑے گئے۔ تقدیر اللہ کا عِلم ہے۔ اُسکو پتہ تھا کہ کل ہم کیا کریں گے، ہم کل کیا مُعاملات کریں گئے۔ یہ ایسے ہے جیسے ایک اُستاد اپنے شاگرد کے میلان کو دیکھ لیتا ہے۔ میلان اور رحجان کو دیکھتا ہے کہ اس کی توجہ کلاس میں نہیں ہے۔ وہ کہتا کہ آپ فیل ہو جائیں گی آپ کل زندگی میں کوئی بڑا کام

نہیں کریں گی، اور ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے کسی غلط فعل کیوجہ سے کل جیل میں ہوں۔ اور وہ یہ ساری باتیں لکھ کے اپنے شاگرد کو دے دے کہ کل زندگی میں کسی مُشکل میں آجاؤ تو اسکو کھول کے پڑھنا۔ اور وہ اس میں واقعی یہی باتیں لکھ دیں اَب وہ بچہ واقعی غلط کام کرے، اور وہ کسی چوری غبن کے کیس میں جیل پُہنچ جائے۔ اُس دن اسکو یاد آے کہ میرے اُستاد نے کہا تھا کہ مشکل میں اس خط کو پڑھنا۔ اچھاوہ کھول کے دیکھے اس میں وہ ہی سب کُچھ ہے کہ یہ شخص نان سیریس ہے اور ایک دن جیل جائے گا۔ وہ فوراً جیلر کو بُلائے کہ دیکھو اس خط کو میری بجائے آپ میرے اُستاد کو جیل میں ڈالو، آج سے دس سال پہلے لکھ دیا تھا کہ میں جیل میں آوٴں گا۔ تو کیا جیلر مان جائے گا۔

یہ اُن لوگوں کی مثال ہے جو غلط کام کر کے کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہوتا تو ہم نہ کرتے۔ ہم ہر کام اپنے شوق سے کرتے ہیں۔ ایک اُستاد یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ بچہ بڑا ہو کے محنت کرے گا۔ آپ اپنے بچوں کے بارے میں کہتے رہتے ہیں، یہ میری بچی بڑا اچھا گھر سنبھالے گی، یہ بچہ بڑا سمجھ دار ہے۔ یہ تو میرا اور آپ کا تھوڑا سا عِلم ہے۔ بعض دفعہ حالات بالکل اُمیدوں کے اُلٹ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اللہ کا عِلم اتنا وسیع ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ کو پتہ تھا کہ آج اس وقت ہم اِس کلاس میں بیٹھے ہوں گئے اور فلاں فلاں غیر حاضر ہو گا اور فلاں آ کے بھی فوکس نہیں کرے گا اور فلاں بڑے ذوق اور شوق سے سُنے گا۔ اللہ کو اُس دن بھی ایسے ہی پتہ تھا جیسے آج ہمیں پتہ ہے۔ اگر تقدیر 'حکم' ہوتا تو پھر ہم کہتے کہ ہم بدلے ہوئے ہیں، تقدیر کا پھندا نہیں۔

دو چیزیں ہیں ایک تقدیر اور دوسری تدبیر۔ تقدیر اللہ کی طرف سے اور تدبیر ہماری طرف سے ہے۔

تدبیر اور تقدیر ملتی ہیں تو کام ہوتا ہے۔ جیسے آپ ماچس کی دونوں سائیڈوں پہ مصالہ رگڑتی ہیں تو آگ

جلتی ہے۔ اللہ کچھ چاہے اور ہم نہیں چاہ رہے۔ آج ہم ہدایت کے موضوع پہ بات کر رہے ہوتے ہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت دے قرآن میں بھی کئی ایک مقام پر ہے اللہ چاہتا ہے کہ وہ ہدایت دے لیکن لوگ وہ فیصلہ خود نہیں کر رہے تو وہ کام نہیں ہو رہا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بالکل نہیں چاہتا کہ لوگ گناہ کریں لیکن لوگ اپنے شوق سے کر رہے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کچھ کو میں رکھتا ہوں اور کچھ کو مِٹا دیتا ہوں۔ اِس کے بارے میں حضرت عُمرِ فاروق کی ایک دُعا بھی آتی ہے جو وہ تقدیر کے بارے مانگا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اے اللہ اگر تو نے ہمیں خوش قسمت لکھا ہے تو اس لکھے کو ثابت رکھ اور اے اللہ اگر تو نے ہمیں بد بخت لکھا ہے تو اِس کو مٹا دے اور ہمیں خوش بخت لکھ لے کیونکہ تیرے پاس علم الکتاب ہے تو گویا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی فُل اتھارٹی ہے۔ اگر کوئی رائٹر کتاب لکھے تو کیا وہ اس میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔ میں اور آپ چینج نہیں کر سکتے لیکن اللہ کے پاس اتھارٹی ہے وہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح آپ دیکھیں کائنات میں کچھ چیزیں بظاہر اور طرح دِکھتی ہیں۔ اندر سے اور طرح ہوتی ہیں۔ تو گویا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری عمر بڑھے تو ہم نیکیاں کریں، گُناہوں سے رُکیں اور دُعائیں مانگنی چاہیے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کوئی چیز تقدیر کو نہیں پھیرتی سوائے دُعا کے۔ اللہ تعالیٰ دُعا کے ذریعے سے جو فیصلہ کیا ہوتا ہے اُسکو چینج کروا دیتے ہیں۔ بظاہر فرشتوں کو اور ہمیں لگ رہا ہوتا ہے کہ یہ چینج ہے، لیکن اللہ کے لکھے کے مطابق ہوتا ہے۔

اسلئے اللہ سے دُعا ہے کہ اللہ ہمارے بھی بُرے لکھے کو مِٹا دے اور اچھے لکھے کو کر دے۔ آمین۔

آپ جانتے ہیں کہ ہر سال لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ طاق راتوں میں سے ایک رات۔ بعض لوگ اسکو پندرہ شعبان سے ریلیٹ کرتے ہیں۔ حالانکہ سورۂ دُخان کی ابتدائی آیات اور سورۂ قدر ایک ہی رات کے

بارے میں ہیں۔ لیلۃ القدر کی رات فیصلے ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ رمضان المبارک قریب ہے، تو طاق راتوں میں رو رو کے دُعائیں مانگیں، کہ اے اللہ اگلے سال میں جو کُچھ تونے میرے حق میں خیر لکھی ہے اُسکو ثابت کر دے اور اگر کوئی بُری بات لکھی ہے تو اُسکو مِٹا دے۔

حضرت مجاہد سے کسی نے پوچھا کہ ہم میں سے کسی کا یہ دُعا کرنا کیسا ہے، کہ اے اللہ اگر میرا نام نیکوں میں ہے تو اسے باقی رکھ اور اگر بدوں میں ہے تو اُسے ہٹا دے، اور نیکوں میں کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو اچھی دُعا ہے۔ سال بھر بعد پھر دوبارہ ملاقات ہوئی اس نے پھر یہی بات پوچھی تو آپ نے سورہ دُخان کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی اور فرمایا لیلۃ القدر میں سال بھر کی روزیاں اور جو تکلیفیں ملنی ہوتی ہیں وہ مقرر ہو جاتی ہیں۔ اور پھر جو اللہ چاہے اسکو مقدم اور مؤخر کرتا ہے لیکن سعادت اور شقاوت کی کتاب نہیں بدلتی۔

اور حضرت عُمر کی یہ دُعا ہے اور وہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ دُعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ اگر تونے مُجھ پر بُرائی اور گناہ لکھ رکھے ہیں تو اُنہیں مٹا دے تو جسے چاہتا ہے رکھتا اور مٹاتا ہے کیونکہ اُمُّ الکتاب تیرے پاس ہے۔ بہر حال اس موضوع پر اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ تعالٰی سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اچھے کام کرنے اور بُرے کاموں سے رُکنے والا بنائے۔ آمین

اَب اسکے بعد سورت کا اختتام ہے اور اس آیت کا تعلق سائنس اور وحی دونوں سے ہے۔

وَاِنۡ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ (40) اور اے نبیؐ، جس برے انجام کی دھمکی ہم اِن لوگوں کو دے رہے ہیں اُس کوئی حصہ خواہ ہم تمہارے جیتے جی دکھا

دیں یا اس کے ظہور میں آنے سے پہلے ہم تمہیں اٹھالیں، بہر حال تمہارا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔

پوری سورت میں اُن تکلیفوں کا ذکر تھا جو مکہ والوں نے نبی ﷺ کو دیں اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ عذاب تو اِن پر آنا ہی ہے۔ یا تو آپ کی زندگی میں ہی اِن پر پکڑ آجائے گی یا پھر آپکے بعد۔ وہ تو ہو کے رہے گا۔ بس آپ بات پُہنچا دیں۔ باقی حساب لینا دینا وہ ہماری ذمہ داری ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم اِس سرزمین پر چلے آرہے ہیں اور اس کا دائرہ ہر طرف سے تنگ کرتے چلے آتے ہیں؟ اللہ حکومت کر رہا ہے، کوئی اس کے فیصلوں پر نظر ثانی کرنے والا نہیں ہے، اور اُسے حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی ۔

آیت 41 میں مختلف تفسیریں ملتی ہیں کہ یہ مکہ والے آپؐ کو ستارہے ہیں۔ اِنکا خیال تھا کہ آپکی بات ختم ہو جائے گی لیکن انکو یہ پتہ نہیں تھا کہ کُفر کم ہوتا جارہا ہے۔ نبی ﷺ کے دور میں جو چیلنجز آرہی تھی، جو لوگوں نے بھی محسوس کی کہ دِن بدن آپکی دعوت زور پکڑتی جارہی ہے۔ پہلے لوگ دو، چار ، دس تھے۔ اَب وہ بڑھتے جارہے تھے۔ کیسے لوگوں کو مُنہ چھپانا پڑ رہا تھا۔ ایک تفسیر اسکی یہ ہے کہ کُفر کم ہو رہا ہے اور اسلام کا غلبہ آرہا ہے۔

اور بعض نے اسکو سائنس سے ریلیٹ کیا ہے۔ آج اگر آپ زمین کو تھوڑا سا جغرافیہ کی نظر سے دیکھیں تو زمین خشک ہو رہی ہے۔ یعنی زمین ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ تو دن بدن فاصلے کم ہو رہے ہیں۔

یہ بھی ایک مُراد ہے۔

ایک تیسری بھی اسکی تفسیر ہے،وہ ایک لفظ میں آپ سمجھ جائیں گئے۔"گلوبل ویلج"،فاصلے کم ہو رہے ہیں۔پہلے جن جگہوں پہ لوگ مہینوں میں پُہنچتے تھے،وہاں دِنوں میں اور جہاں دنوں میں وہاں گھنٹوں میں اور اَب وہاں منٹوں میں پُہنچتے ہیں۔پوری دنیا ایک ویلج بن گئی ہے۔آپ ایک ٹیکسٹ کرتے ہیں خبر پوری دُنیا میں پُہنچ جاتی ہے۔پہلے ٹیلی فون یا ٹیلی ویژن کا کام تھا۔تو ایک اس کی تفسیر یہ بھی ہے کہ فاصلے سمٹ رہے ہیں۔

ہم سب کو اس آیت سے کیا عمل کی بات ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دُنیا میں اپنا فیصلہ نافذ کر کے رہنا ہے۔تم اس میں اپنا حصہ ڈال لو تمہاری وجہ سے بھی کُفر،شرک،بدعت،بے دینی اور بے حیائی سمٹے گی اور تقدیر کا نام لے کر کام نہ چھوڑو۔جو لوگ تعصب کیوجہ سے نہیں مانتے اُنکو اُنکے حال پہ چھوڑ دو۔اُنکے لیے بھی دُعا کرو اور اللہ کے راستے میں نکلتے رہو یہ بات سورۂ انبیاء میں آئے گی۔آیت 44
اَفَلَا يَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَـنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۴۴﴾ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں۔تو کیا یہ لوگ غلبہ پانے والے ہیں؟ بہت کُچھ ہوا مکہ سے مدینہ جانے میں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ دیکھو آخری انجام کس کا ہوا بس اَب آخری آیتیں کہ ہر دور کے مُنکرین نبیوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔

وَقَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلِلّٰهِ الۡمَكۡرُ جَمِيۡعًا ؕ يَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ ؕ وَسَيَعۡلَمُ الۡـكُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی (بہتری) چالیں چلتے رہے ہیں سو چال تو سب اللہ ہی کی

ہے ہر متنفس جو کچھ کر رہا ہے وہ اسے جانتا ہے۔ اور کافر جلد معلوم کریں گے کہ عاقبت کا گھر (یعنی انجام محمود) کس کے لیے ہے

دھمکی ہے۔ اتنے سالوں سے صبر کیا جارہا تھا۔ اَب انکو کہا جارہا ہے کہ تمہاری پکڑ ہونے والی ہے اسلام پھیل رہا ہے اور تم سب سزا بُھگتو گئے نبی ﷺ پر ایک اور الزام سورت کی آخری آیت میں؛

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ﴿٤٣﴾

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم (خدا کے) رسول نہیں ہو۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے گواہ کافی ہیں۔

سوچیں اگر آپکو کوئی کہہ دے کہ تم حافظ نہیں، پڑھی لکھی نہیں کیسا لگے گا؟ لیکن اللہ سکھا رہا ہے کہ تنقید کا سامنا کیسے کرو پھر آپ کہہ دیں كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے میں تو کچھ نہیں کہتا۔ یہ جُملہ وہ ہی بولتا ہے جس کو اپنے حق پہ ہونے کا یقین ہوتا ہے وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ اور جن کے پاس علم ہے وہ بھی اس بات پر گواہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ میری حالت کو اللہ اور عِلم والے ہی زیادہ جانتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مَن سے کون لوگ مراد ہیں؟ بعض کہتے ہیں مَن سے مُراد اللہ ہے کیونکہ کتاب سے مُراد یہاں لوحِ محفوظ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مَن سے مراد یہاں اہلِ کتاب ہیں۔ جن کے پاس تورات اور انجیل ہے۔ اور تذکرے بھی انکے پاس ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مَن سے مراد نبی ﷺ اور اور کتاب سے مُراد جبرائیل ہیں۔

ساری باتوں کا خُلاصہ کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ پھر ہر اس شخص کی گواہی جو آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے۔ اللہ تو جانتا ہی ہے کہ اُس نے مُجھے بھیجا ہے۔ میرا تو معاملہ ہی اُسکے ساتھ ہے اور اہلِ کتاب بھی جانتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جیسا کہ ہم نے سورۃ بقرہ اور سورۃ آلِ عمران میں پڑھا ہے کہ وہ نبی کو رسول کی حیثیت سے ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔

تو ساری بات کا خلاصہ کیا ہے؟ کہ ساری دُنیا بھی سورج کا انکار کر دے تو سورج سورج ہی رہتا ہے۔ اسی طرح نبی بھی ہدایت کا سورج ہوتا ہے لوگ ان سے فائدہ اُٹھاتے ہیں تو اُنکی زندگیاں سنور جاتی ہیں اور اگر اس طرح کے بے ڈھنگے قسم کے الزامات لگاتا ہے تو نبی کو تو کُچھ نہیں ہوتا۔ اللہ نے اُنکو جس راستے پر لگایا ہے نہ بھی کامیابی ملے انجام تو اچھا ہو گا۔

میرے اور آپکے لیے بھی اس میں یہی سبق ہے۔ سبق شروع ہوا تھا کہ اللہ کی دعوت کو لبیک کہا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے دوٹوک فیصلہ کر دیا کہ اخلاصِ نیت کے ساتھ جو اللہ کے راستے پہ چلے گا یا آنے کی کوشش کرے گا اللہ اُسکو ضرور توفیق دے گا۔ اور آپ دیکھیں کہ اتنی مخالفتوں کے باوجود بھی اللہ کے نبی نے دین کا کام نہیں چھوڑا۔ ہمیں ذرا سا اختلافِ رائے ہوتا ہے تو ہم سب سے پہلے دین کا کام چھوڑتے ہیں باقی کام تو بعد کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہماری اصلاح فرمادے۔ آمین